

ارشادات مفکر اسلام قائد جمعیت العلماء اسلام مولانا مفتی محمود صاحب مدظلہ قائد قوم و ملت

ضبط و ترتیب : سمیع الحق

نفاذِ شریعت کا فرضیہ

ادب

ہماری ذمہ داریاں

تبلیغِ دین میں کوتاہی کے اسباب اور اس کا علاج

ہری پور سنٹرل جیل میں زمانہ اسارت کے دوران حضرت مولانا مفتی محمود صاحب مدظلہ قائد قوم و ملت دسبرہ جمعیت العلماء اسلام نماز جمعہ سے قبل دو ڈھائی ہزار اسیرانِ شریعت سے پُر حکمت خطاب فرماتے۔ ۵ مارچ ۱۹۷۹ء جمعہ المبارک کو کی گئی یہ تقریر ایڈیٹر الحق نے اسارتِ ہری پور کے دوران قلمبندی کی اور اسے حتیٰ الوسع حضرت مفتی صاحب کے الفاظ میں پیش کیا جا رہا ہے۔ نظامِ شریعت اسلام کے قیام و نفاذ کے لئے یہ خطاب پوری ملتِ مسلمہ کیلئے آج بھی دعوتِ عمود و فکر اور دعوتِ عمل ہے۔ — ادارۃ الحق —



الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى۔ الم بعد۔ فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم۔

يا ايها الرسول بلغ ما انزل اليك من ربك فان لم تفعل فما بلغت رسالته والله يعصمك من الناس والله لا يحصى العقوب الكافرين۔

محترم بزرگو اور بھائیو! میں نے آپ کے سامنے قرآنِ کریم کی ایک آیت تلاوت کی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے جناب بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب فرما کر یہ حکم دیا کہ: بلغ ما انزل اليك من ربك — کہ آپ پہنچادیں ہر وہ حکم ہر وہ بات جو تمہاری طرف نازل کی گئی ہے تمہارے پروردگار کی طرف سے، اسے پیغمبر جو جو احکام پروردگار کی طرف سے آپ پر نازل کئے گئے ہیں۔ وحی کے ذریعہ سے ان احکام کو لوگوں تک پہنچا دو۔ وان لم تفعل فما بلغت رسالته۔ اگر آپ نے یہ کام نہ کیا اور میرے احکام کو لوگوں تک نہ پہنچایا، تو آپ نے میری رسالت، میری پیغمبری، میرا پیغام لوگوں تک نہیں پہنچایا جو آپ کے ذمہ ایک عظیم کام ہے۔ والله يعصمك من الناس۔ اور اللہ آپ کو لوگوں سے بچائے گا۔ ان الله لا يحصى العقوب الكافرين۔ اللہ تعالیٰ کافروں کو ہدایت نہیں کرتا۔

اس آیت سے اللہ تعالیٰ نے بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر لازم کر دیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی تبلیغ کرے۔ تبلیغ دین اور لوگوں کو معرفت کا حکم کرنا اور برائیوں سے روکنا، یہ پیغمبرانہ مشن ہے۔

میرے محترم دوستو! اگر ایک شخص یہ دیکھتا ہے کہ برائی ہو رہی ہے، لوگ غلط راستوں پر چل رہے ہیں تو فرض ہو جاتا ہے کہ اس برائی کو روکا جائے۔ چنانچہ ایک حدیث میں آتا ہے۔ جناب بنی کریمؐ نے فرمایا:

مَنْ رَأَى مِنْكُمْ سَكْرًا فَلْيَغْتَرِ بِهِ
وَالْأَفْلَسَانِمِ وَالْأَفْقَلِمِ وَذَلِكَ
أَضْعَفُ الْإِيْمَانِ -

جو شخص کسی برائی کو دیکھے تو برائی کو اپنے ہاتھ سے بدل دے، قوت اور طاقت سے اس برائی کو ختم کر دے۔ قوت سے نہیں ہو سکے گا تو پھر اسکو زبان سے بدل دے اور کہے یہ برائی ہے۔ اس کو چھوڑ دو اگر زبان سے روکنے سے بھی کمزور ہے تو پھر دل سے اسکو مڑانے یہ کمزور ترین ایمان ہے۔

اور فرمایا کہ اس کے بعد دل میں بھی برا نہیں سمجھتا تو اس کے دل میں کوئی ایمان نہیں یعنی برائی کے برابر بھی ایمان نہیں۔ غرض یہ کہ ایک شخص برائی کرتا ہے۔ دوسرا اسے روکے گا تو پھر برائی ختم ہوگی اور اگر کوئی ایسا نہ کرے تو برائی بڑھتی جائے گی۔ قرآن کریم میں بنی اسرائیل کا واقعہ ذکر ہے۔

وَسَلَّمْهُمْ مِنَ الْغَرِيْبَةِ اللَّيْلِ كَانَتْ حَاضِرَةً الْبَحْرَ اذْ يَبْعَدُوْنَ فِي السَّبْتِ اِذَا تَابَهُمْ
حِيْتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَعًا وَيَوْمَ لَا يَسْبِتُوْنَ لَا تَأْتِيَهُمْ كَذٰلِكَ نَبْلُوْهُمْ بِمَا كَانُوْا
يَفْعَلُوْنَ -

اے میرے پیغمبر ذرا ان سے چھپیں کہ اس سبت کے لوگوں کا حال کیا تھا جو سمندر کے کنارے پر تھکتے، یہ بنی اسرائیل کی سبت تھی، اللہ تعالیٰ نے اس سبت والوں کو ان کے دین کے مطابق ہفتہ کے دن مچھلیوں کے شکار سے روک دیا۔ لیکن منع کرنے کے باوجود انہوں نے خیال کیا کہ جب مچھلیاں ہیں تو ہم کیوں شکار نہ کریں، حیلہ تلاش کیا کہ اس کو ہم ہفتہ کے دن بھی کھا لیں، لیکن شریعت کی اجازت نہ تھی، ادھر اللہ نے ان کا اس طرح امتحان لیا کہ ہفتہ کے دن مچھلیاں سمندر کی سطح پر اوپر آجاتی تھیں اور باقی دنوں میں غائب ہو جاتی ہیں۔

و یوم لا یسبتون لا تأتیہم - جس دن وہ چھٹی نہ کرتے تو مچھلیاں اوپر نہ آتیں۔

تو انہوں نے ایک حیلہ کیا کہ سمندر کے کنارے ایک تالاب بنایا اور اسکی طرف سمندر کے پانی کے لئے راستہ بنایا وہ ہفتہ کے دن تالاب میں چلے جاتے تھے اور شام کو وہ سمندر کے راستہ کا پانی بند کر دیتے تھے وہ واپس سمندر میں نہ جا سکتیں اور اتوار کے دن تالاب سے مچھلیاں پکڑ لیتے۔ اور پھر چھ دن استعمال کرتے ان کا خیال تھا کہ ہم نے ہفتہ کے دن شکار نہیں کیا۔ لیکن یہ ایک مذاق تھا، واقعہ میں انہوں نے مچھلیوں کو بند

کر کے شکار تو کر ہی لیا، نافرمانی کر لی۔ لیکن اس کے باوجود وہ خوش تھے۔ یہ عمل ان کا جاری تھا کہ اس وقت ایک جماعت نے شکار کرنے والوں سے کہا کہ یہ کیا کر رہے ہو۔ تم تو نافرمانی کرتے ہو ان کو منع کرنے کے لئے انہیں مقابلہ میں آنا پڑا، اس دوران میں ایک تیسرا گروہ تھا، انہوں نے منع کرنے والوں سے کہا کہ تم انہیں کیوں روک رہے ہو، اللہ تعالیٰ نے ان کو عذاب دے دینا ہے۔ یہ ہلاک ہو جائیں گے۔ تم کیوں روکتے ہو، لیکن انہوں نے جواب میں کہا :

وَاذْكَالَتْ اُمَّةٌ مِنْهُمْ لِمَنْ تَعِظُوْنَ قَوْمًا مِّنْهُمْ اَللّٰهُ مَعَكُمْ اَوْ مَعِزُّهُمْ عَدُوًّا بَاسِیْدًا
 قالوا معذرةً اِلٰی رَبِّكُمْ وَعِظُهُمْ يَتَّقُوْنَ - کہ ہم اپنے پروردگار کے سامنے ایک عذر پیش کرنا چاہتے ہیں اور شاید یہ لوگ اللہ سے ڈرنے لگیں۔

کہ قیامت میں جب پیش ہوں گے اور اللہ تعالیٰ پوچھے گا کہ کیوں نہ روکا تو ہم جواب میں عذر پیش کر دیں گے۔ اور یہ بھی امید ہے کہ یہ لوگ شاید ہمارے کہنے سے رک جائیں۔ تو تین گروپ بن گئے۔ ۱۔ گناہ کرنے والا - ۲۔ روکنے والا - ۳۔ روکنے والوں کو منع کرنے والا۔ مگر یہ بھی اس برائی کو برا سمجھ رہے تھے، یعنی خاموش گروپ۔ پھر فیصلہ اللہ کا کیا ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے صرف ایک گروہ کو بچایا کہ جو روک رہے تھے۔

نافرمان گروپ اور حکم کی خلاف ورزی کرنے والوں پر بھی عذاب آیا، اور جو خاموش تھے درمیان میں وہ بھی عذاب میں مبتلا ہوئے۔ اور وہ گروہ جو اللہ کے حکم سے نافرمانی دیکھ کر مقابلہ میں آیا ان کو بچایا گیا۔ ایک حدیث میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کشتی کی مثال دی ہے دریا میں جس کے دو درجے ہیں ایک اوپر کا ایک نیچے کا۔ کچھ لوگ اوپر سوار تھے، اور قاعدہ ہے کہ کشتی میں سوار ہوں تو دریا سے پانی لینے والے اوپر سے ایک ڈول ڈال کر دریا سے پانی لیتے ہیں۔ اوپر والے تو ڈول ڈال کر نکال لیتے مگر اندر والے اوپر جا کر پانی کے لئے ڈول ڈالتے ہیں۔ تو اوپر والوں نے کہا کہ تم ہمیں ہر وقت پریشان کرتے ہو اس لئے اوپر آنے سے انہیں روک دیا۔ نیچے والوں نے مجبوراً سوچا کہ جب یہ لوگ ہمیں اجازت نہیں دیتے تو ہم نیچے سے کشتی میں ایک سوراخ لگا دیں گے اور اس سے پانی نکلے گا۔ انہوں نے کہا اڑا دے مارا۔ تو حضور اقدس نے فرمایا کہ اگر اوپر کے لوگ اگر ان کا ہاتھ پکڑ لیں، انہیں روک دیں تو اوپر اور نیچے والے دونوں غرق نہیں ہوں گے۔ لیکن اگر وہ کہیں کہ یہ ان کا اپنا حصہ ہے ہم کیوں روکیں اور سوراخ کرنے دیا، ہاتھ نہ پکڑا، تو سوراخ سے پانی اگر اوپر اور نیچے دونوں کو غرق کر دیگا یہ مثال حضور نے دی کہ جو لوگ گناہ اور غلطی کرتے ہیں دوسرے لوگوں نے اگر زیرِ دستی نہ پکڑا، برائی سے نہ روکا تو ہر دم کرنے والے اور جو نہ پکڑیں دونوں غرق ہو جائیں گے۔ اور خدا کا عذاب دونوں پر یکساں آئے گا۔ حضور نے مثال دیکر کتنا واضح فرما دیا کہ کسی برائی والے کو جب بھی دیکھو اس پر ہاتھ ڈال کر اسے روکو۔ دونوں بچ جاؤ گے۔

درد و دونوں نہ بچ سکو گے۔ اس لئے برائیوں سے روک کر خدا کے احکام لوگوں تک پہنچانا نبوت کا پروگرام اور مشن ہے۔ جب نبی کریم کی وفات کے بعد اب قیامت تک کوئی نبی نہیں آئے گا۔ تو اب نبوت کا مشن کون چلائے گا؟ چودہ سو سال تو ہو گئے، آگے دنیا کب تک رہے گی۔ تو یہ مشن یہی مسلمان چلائیں گے۔ جن کے پاس دین ہے علم ہے۔ وہ اہل ہیں، پیغمبر کے وارث ہیں۔ حدیث میں ہے :

ان الانبياء لم يورثوا ديناً ولا درهماً ولكن ورثوا العلم۔ (الحدیث)

مالِ انسانی روپے کچھ بھی پیغمبر کے وارث کا مال نہیں ہوتا ان کی وراثت کیا ہے ؟ علم ! جو ان کے مشن کو آگے چلائے وہی پیغمبر کا وارث ہے۔ آج خدا کے دین میں احکام میں حیلہ جوئی ہو رہی ہے۔ جیسے کہ یہودیوں نے پھیلوں کے شکار میں حیلہ بنایا تو اللہ کا عذاب ان پر آیا۔ اس طرح اگر تم لوگ آگے بڑھ کر برائیوں کو نہیں روکو گے تو یقیناً خدا کا عذاب سب کو لپیٹ میں لے گا۔

آج ہمارے ملک پاکستان میں کیا خدا کے دین کے احکام میں جیسے نہیں ڈھونڈے جا رہے۔؟ کھلم کھلا نافذاتی نہیں ہو رہی ہے۔؟ اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ خدا کا دین آج یہاں پر نافذ نہیں۔ آپ نعرے تو لگاتے ہیں کہ پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الہ الا اللہ۔ مگر یہ نہیں سوچتے کہ میں دین اسلام پر بننے والے ملک میں ایک بھی قانون اسلام کا نافذ نہیں کیا محمد الرسول اللہ کا ایک حکم بھی نافذ ہوا؟ ایک تباہی تو میں مانوں۔ میں کہتا ہوں کہ یہ جو نعرہ پاکستان کا مطلب کیا کا لگا، یہ نعرہ اصل میں ادھورا تھا، لا الہ تو کہہ دیا مگر محمد الرسول اللہ نہیں کہا۔ تو اللہ تو ہے۔ ایک ہے یہ تو ٹھیک ہے، اسے عیسائی بھی یہودی بھی مانتے ہیں پھر پاکستان کا مطلب صرف لا الہ کہہ کر بات کیا ہوئی؟ جب تک محمد الرسول اللہ کا نظام یہاں نہیں لائیں گے۔ تو ایمان مکمل نہیں ہوگا۔ ادھورے کلمے سے کوئی مسلمان نہیں ہو سکتا۔ یہودی بھی لا الہ کہتے ہیں مگر محمد الرسول اللہ کو نہیں مانتے اگر پورا کلمہ نہیں تو پاکستان کا مطلب حاصل نہیں ہو سکتا۔ انگریزوں کا قانون یہاں پر رائج ہے۔ مرزائیوں کا مسئلہ ہے، مفکرین حدیث موجود ہیں یہاں سب کچھ اس وجہ سے ہے کہ ہم نے کلمہ ادھورا پڑھا ہے۔ جب تک آپ قصہ نہ کریں کہ ہم پاکستان میں محمد الرسول اللہ کا نظام لائیں گے اور کفر الحاد اور زندہ کو اور اس کے نظاموں کو درہم برہم کریں گے۔ اسلام کا عادلانہ نظام لائیں گے، اس وقت تک ہمارے مسائل حل نہیں ہوں گے۔ غرض یہ کہ قرآن کریم کی آیات : یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیك من ربک — میں نبی کو حکم ہوا دین کے پہنچانے کا۔ توجب انسان دین کے پہنچانے میں کوتاہی کرتا ہے۔ تو تین وجوہات سے :-

۱۔ دین کے احکام کو دنیا تک پہنچانے کی اہمیت اور اس کے فرض و جواب اور لزوم کا احساس نہیں ہوتا

سوچتا ہے کہ ٹھیک ہے یہ کوئی اتنا اہم مسئلہ نہیں جسے زندگی کا مشن بنالیا جائے

۲۔ کوتاہی کی دوسری وجہ یہ بھی ہوتی ہے کہ جب آپ پورے دین کو پھیلانے گئے، آپ کیلئے مصیبت بنے گی دشواریوں اور مشکلات کے پہاڑ راستے میں حاصل ہو جائیں گے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نبوت سے پہلے لوگوں کے محبوب تھے، ہر دلعزیز تھے، مگر جب آپ نے اللہ کا دین بینا پنا شروع کیا اور اللہ نے حکم دیا کہ : **يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَأَنذِرْ** اور ربّ فکّر۔ جب یہ بات ہوئی پھر کیا ہوا؟ اپنے بھی دشمن، گھر میں بھی دشمن، باہر بھی دشمن، اپنے چچا ابولہب ان کے مقابلہ میں میدان میں آئے آپ کی طرف ہلاتے اور ابولہب کہتے : **تَبَا لَكَ الْعِذَا دَعَوْتَنَا الْعِذَا جَمَعْتَنَا**۔ ہلاکت ہو آپ کی اعیاذ باللہ اس لئے آپ نے اکٹھا کیا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے تبت پیدا ہی لہب و تب۔ میں اس کا جواب دیا کہ ہلاک ہو گیا ابولہب۔

رگ راستہ میں کانٹے بچھا رہے ہیں، سب سے سڑنیں آپ تشریف لے گئے، قرآن مجید پڑھ رہے ہیں،

بنجھتوں نے آپ کو کپڑا لیا۔ گلے میں چادر ڈال دی اور چادر کو اتار ڈالا کہ آواز بند ہوگئی، آنکھیں باہر نکل آئیں جناب صدیق رضی اللہ عنہ نے اکر کہا : **الْمَقْتُلُونَ دَجَلًا اَنْ يَمُوتَ رَجَبُ اللَّهِ**۔ ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو جو صرت اللہ کو اپنا رب پکارتا ہے۔

رگ انہیں اس قدر پیٹتے کہ خون بہنے لگتا۔ اچھے خاصے خوش و خرم تھے مگر دین کے پھیلانے میں خون بہانے کے خطرات درپیش ہوئے۔ تو ان مشکلات کے سامنے کون ٹھہرے، آدمی ہمت ہار جاتا ہے۔ جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر مکہ میں ۱۳ سال اور مدینہ میں دس سال جو مشکلات سامنے آئیں اگر میں اسکی تفصیل بیان کروں تو کلمہ چھٹ جائے، آپ کے ساتھیوں، جانناز اور مخلص سچے ساتھیوں پر جو گدڑی ان مشکلات کو کس کر انسان گھبرا جاتا ہے۔ باہر نکل دین کے لئے حق کے لئے توفیق و ہمت۔ جیل ہے گوریاں چلتی ہیں، آنسو گیس کے سامنے آنا پڑتا ہے۔ لالچی چارج ہوتا ہے۔ اور گھر میں چونکہ آرام سے بیٹھنا ہوتا ہے، اس لئے لوگ دین پھیلانے کے لئے میدان میں آنے سے اور مقابلہ کرنے سے کتراتے ہیں۔

۳۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ جب دین کے نافذ ہونے کی جدوجہد ہو رہی ہو مگر کوئی ماننا نہیں جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام نے سامعے نوبہ برس تبلیغ کی دین کو پھیلانے کی سعی کی مگر کوئی آدمی ماننا نہیں اور جب بالکل نہیں ماننا حتیٰ کہ اپنا بیٹا بھی کاڑھے تو ایسے وقت مایوسی آجاتی ہے، انسان ہمت ہار جاتا ہے حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہمت قابلِ داد ہے کہ تنازعہ تبلیغ کرتے کرتے بھی مایوس نہ ہوئے، آخر جب وہ قوم عذاب کی سستی ٹھہر گئی، تب دعا کی کہ : **اِنِّیْ دَعَوْتُ قَوْمِیْ لَیْلًا وَنَهَارًا فَلَمْ یَسْمَعُوْا دَعَاۤیِیَ الْاَوَّلٰی**۔

میں نے اس قوم کو رات دن بلایا اتنا ہی یہ بھاگے۔

وَانِیْ لِّمَآءِمْ تَهْمُ لَتَغْفِرْلَهُمْ جَعَلُوا اَصْلَهُمْ فِیْ اَآذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِیَابَهُمْ
واصر واد استکبر واد استکبار۔ جب بھی ان کو دعوت دیتا ہوں یہ انگلیاں اپنے کانوں میں ٹھونس
دیتے ہیں، منہ چھپا لیتے ہیں اور کفر پر اصرار کرتے ہیں، نہیں مانتے، یا اللہ اب میں کیا کروں۔؟ تو اس کے
بعد انہوں نے کہا اسے میرے پروردگار رتے لاتدر علی الارض من الکافرین دیا۔ یا اللہ ان سب
پر عذاب بھیج دے، سارے نوسو برس کی تبلیغ سے بھی یہ ٹھیک نہیں ہوتے۔ تو عذاب آنے لگا مگر ایک
بات اللہ نے فرمائی کہ پیغمبر کی طبیعت میں شفقت تھی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا : وَلَا تَخَاطَبُنِیْ فِی الدِّیْنِ
ظلموا انھم مغرورون۔ ان ظالموں کے بارہ میں سفارش مت کرو انہوں نے لازماً غرق ہو جانا ہے،
طوفان آیا پانی آیا نوح علیہ السلام کشتی بنا رہے ہیں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا کہ جو لوگ آپ کا ساتھ دے
چکے ہیں انہیں اپنے ساتھ بچانا۔ فرمایا : وَاصْنَعِ الْفُلْکَ بِاَعِیْنِنَا وَوَحِیْنَا۔ ہماری وحی اور ہمارے حکم کیساتھ
اسے بناؤ ہم دیکھ رہے ہیں۔ کھتا متر علیہم ملاً من قومہ مغروراً منہ قال ان تسخروا منا مانا
ننخرمنکم کما تسخرون۔ گذرنے والے مذاق کر رہے تھے کہ اس دیوانے کو دیکھو کیا کر رہا ہے۔

حضرت نوح جواب میں فرماتے کہ ایک دن ایسا آ رہا ہے کہ ہم تمہارے ساتھ مذاق کریں گے۔
نوح علیہ السلام کا اپنا لڑکا کافروں میں تھا، پانی میں ڈوب رہا تھا۔ تو نوح علیہ السلام نے اس لڑکے سے کہا
یا بستی اربک معنا ولا تسکن مع الکافرین۔ اے بیٹے ہمارے ساتھ شامل ہو جاؤ کافروں کا ساتھ مت دو۔
اس نے کہا کہ : سآدی الی جبل یعصمنی من الماء۔ میں کسی اونچی چوٹی اور پہاڑ کی پناہ سے لوں گا۔!
نوح علیہ السلام نے کہا۔۔۔ قال لاعاصم الیوم من امر اللہ الامن رحم۔ آج اللہ کے عذاب سے بچانے
والا اللہ کے سوا کوئی نہیں۔ پھر ایک لہرائی فکان من المغرقین۔ اور اسے غرق کر کے لے گئی۔ خدا نے
نوح علیہ السلام کو منع کیا تھا اور فرمایا تھا کہ تو سفارش مت کر میں تمہیں اور تمہارے اہل کو بچاؤں گا۔ تو نوح علیہ السلام
کو تھوڑا سا بہانہ مل گیا کہ بیٹا بھی تو میرا اہل ہے۔ تو اس کی سفارش کی کہ یہ میرا بیٹا بھی میرا اہل ہے۔ ان اجنبی من
اہلی وان وعدت الحق۔ آپ کا وعدہ سچا ہے مگر آگے سفارش کرنے سے ڈرتے ہیں اور کہتے ہیں۔

وانت احکم الحاکمین۔ فیصلہ آپ کو کرنا ہے، بات تو کر ہی لی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا : قال یا نوح انه لیس من
اهلک انه عمل غیر صالح فلا تسئلن ما لیس لک بہ علم۔ الآیۃ۔ فرمایا یہ تمہارا اہل نہیں اس کے اعمال
تیرے طرح نہیں اس سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ ایک سید پیغمبر کی اولاد جب پیغمبر کے طریقوں پر عمل نہیں کرتا
اس کا رشتہ پیغمبر سے کٹ جاتا ہے۔ پیغمبر کی اولاد کا رشتہ اس وقت تک قائم رہے گا کہ وہ ان کے طریقوں

پر جاتا ہے۔ غرض یہ کہ جب دین کا پھیلانے والا جب منزل پر نہیں پہنچ سکتا تو یابوس ہو جاتا ہے۔ ہمت جواب دے جاتی ہے۔ تو یہ تین دہموات ہیں تبلیغ نہ کرنے کی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے جب اس آیت میں دین کو پھیلانے کا حکم دیا تو تینوں کا جواب دے دیا کہ :

۱۔ دین کی تبلیغ کی اہمیت اتنی ہے کہ اگر نہ کیا تو ممانعت رسالت - پیغمبر ان مشن ناکام ہو جائے گا۔ تو یہ کتنا اہم مسئلہ ہوا؟ اب کیسے اہمیت کا احساس نہ ہوگا؟

۲۔ مشکلات، قید و بند، قتل و شہادت کا جواب اللہ نے دیا کہ واللہ بحسب من الناس۔ لوگ تم پر غالب نہیں ہوں گے، خدا تمہاری حفاظت کرے گا۔

۳۔ اور انکی بات کا جواب کہ لوگ ساتھ نہ دیں گے، تو کہا کہ تمہارا اس سے کیا کام۔ یہ تو اللہ کے ہاتھوں میں ہے واللہ لا یجدی العزم الکفرین۔ کوئی مانے نہ مانے یہ تمہارا کام نہیں۔ غرض یہ کہ جب آج آپ دین کو عللاً نافذ کرنا چاہتے ہیں شریعت کا نظام لانا چاہتے ہیں تو اس میں کوئی کوتاہی نہ کریں۔ صرف پیٹ پالنا تو حیران کا کام ہے۔ اسے اللہ تم سے زیادہ دیتا ہے۔ صبح تم بھی اور بیل بھی اکٹھے کھیت میں کام کرنے جاتے ہو۔ سارا دن تم بھی اور بیل بھی چرتا ہے، شام کو اکٹھے آ جاتے ہو۔ اور گھر آکر بیل باندھ کر اس کے چارہ پانی ہر چیز کا تم انتظام کرتے ہو تو بیل کے ساتھ برابر کیا اس سے زیادہ کام کرتے ہو اور کھانا اس کو پہنے ملتا ہے اور تمہیں بعد میں۔ تو پیٹ پالنا تو کوئی بڑا کام نہیں انسان کا کام دین کو اور دین کے نظام عدل کو پھیلانا ہے، انسان پر ظلم ہو رہا ہو، لوگ ظلم کی جلی میں پس رہے ہوں تو اسلام کا نظام عدل نہیں آسکتا اس کے لئے دن رات ایک کر کے کام کرو گے صحابہ کرامؓ نے قربانیاں دیں، ۲۳ برس میں دین کو اپنایا اور پھیلایا۔ الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا۔ آج میں نے تمہارا دین مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تمام کر دی اور تمہارے لئے اسلام ہمیشہ نظام حیات کے پسند کر دیا۔

مشکلات کے باوجود چلنا پڑتا ہے۔ یہ سیڑھیاں ہیں تم کامیاب ہو گے۔ گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہم نے اللہ کے حکم کے مطابق دین پھیلانے کے لئے تمام قوتیں صرف کرنی ہیں۔ یہ جیل میں پڑا رہنا تو معمولی بات ہے، میں کہتا ہوں دین کے لئے گوئی بھی کھانی پڑی تو آپ تیار رہیں گے۔ (نعرائے تکبیر)

غرض یہ کہ محنت سے قربانی سے گھبراؤ نہیں، ہمت نہ ہارو اور جو مقصد لے کر آئے ہو اسی کو سامنے رکھو۔ آپ کہیں گے کہ ۳۰ سال سے ہم لڑ رہے ہیں ایک اچھے نظام کو لانے کے لئے فرنگی نظام کو شکست دینے کے لئے۔ مگر وہ تو اسی طرح قائم ہے، فرق یہ ہے کہ فرنگیوں کا رنگ سفید تھا اور یہ کالے ہیں قانون دہی ہے۔ زبان دہی ہے، تہذیب دہی ہے، طور طریقے دہی ہیں، سب کچھ دہی ہے۔ وہ اصلی تھے، یہ نقلی ہیں۔

تباہِ اصل اچھا ہوتا ہے یا نقل اچھا ہوتا ہے۔ اس لئے کہتے ہیں کہ ان سے تو انگریز اچھے تھے۔ تو اصلی اور نقلی کا فرق ہوتا ہے۔ گورے اچھے ہوتے ہیں یا کالے؟ کیا فرق ہے۔ ان کی آنکھیں نیلی اور ان کی کالی ہیں۔ تو انگریز سے ہماری دشمنی کیوں تھی؟ اس کے قانون سے اس کی حکومت سے اس کے خلاف اسلام علیہ طریقوں سے ہماری دشمنی تھی اور وجہ یہ تھی کہ ان کی تہذیب سے ان کے مذہب سے ان کے ظلم و تشدد سے ہمیں نفرت تھی اگر کالے چمڑے والا وہی سب کچھ کرے اپنی قوانین کو اپنائے اسی تہذیب کو اختیار کرے تو اسی سے بھی ہماری دوستی نہیں ہو سکتی۔ ہم اصول سے دشمنی کرتے ہیں، اشخاص سے نہیں۔ تو تین سال سے آپ محنت کر رہے ہیں، آپ شاید یاکس ہو جائیں مگر آپ بھر بھی کامیاب ہیں، آپ اس راستے پر چلتے ہیں اور دینِ اللہ کے حکم کے مطابق نہیں آتا تو وہ اللہ جانے گا۔ ہمارا تو فرض ہے اسی راستے پر چلتے رہنا، یہاں تک کہ خدا کا نظام قائم ہو۔ کوئی ہدایت قبول نہ کرے تو یہ اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ تو فرمایا کہ : واللہ لا یجدی القوم الکافرین۔

ہم بالکل پاپوس نہیں ہیں جب تک جان میں جان ہے۔ یہ قافلہ رواں دواں رہے گا۔ یاکسی ہرگز نہیں، کوئی یہ بات دل میں نہ لائے کہ لوگ ساتھ نہیں دے رہے اور اب تو ساتھ بھی دے رہے ہیں تو پھر ایسی کی کوئی بات ہی نہیں۔ بی بی سی کی معمولی سی خبریں آجاتی ہیں تو آپ کے چہرے پر مردہ ہو جاتے ہیں، اور ذرا جلوہ سوں کی خبریں زیادہ آئیں تو چہرے تازہ ہو جاتے ہیں۔ تو ساتھ دینے نہ دینے سے فرق پڑتا ہے۔ مگر یہ ظاہری چیزیں ہیں، آپ گھبراہٹیں نہیں، اللہ قافلہ منزل پر پہنچے گا۔ لوگ پرچھتے ہیں کہ بات چیت ہو رہی ہے، میں کہتا ہوں کہ بات چیت اگر ہوئی بھی تو آپ کے مطالبات کے حق پر ہوگی، ہم دیکھیں گے کہ کوئی سودا نہ ہو۔ قوم کی اس عظیم قربانی سے کوئی عذاری نہیں کی جائے گی۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین۔

مطبوعات مؤتمر المصنفین - سلسلہ ۵

بَرَکَةُ الْمَغَارِی

(عربی)

ارحمت مولانا محمد حسن جان صاحب مدرس دارالعلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک

میچ بخاری کی کتاب الجہاد والمغازی سے متعلق اہم حدیثی مباحث، بالخصوص حدیث وصیۃ الزبیر کی حسابی تشریح، نبی کریم کے شہرِ غزوات و سرایا اور اس کے نتائج اور سیرت مطہرہ کے اہم ترین واقعات کی تاریخی فہرستیں، غزوات نبوی کے نقشے اور جداول۔ اہل علم اور مدارس عربیہ کے لئے بہترین علمی تحفہ۔ ۴۴ صفحات۔ قیمت : چار روپے

مؤتمر المصنفین، اکوڑہ خٹک، ضلع پشاور